© rasailojaraid.com

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۸ اگست ۱۹۹۸ء کو حکمران جماعت نے آئین میں پندرہویں ترمیم کا مسودہ قومی اسمبلی میں پیش کیا جس کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن و سنت کو وطنِ عزیز کا اعلیٰ ترین قانون قرار دینا ہے۔ برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے جھنڈے تلے آزاد وطن کی جدوجہد اس لیے کی تھی کہ "پاکستان اسلام کی تجربہ گاہ" ہوگا۔ قیامِ پاکستان کے بعد نفاذِ اسلام کی جانب پیش رفت زیادہ حوصلہ افزا نہیں، تاہم آئین کی حد تک اہم اقدامات کیے گئے ہیں، اور لبرل۔ سیکولر حکمران بھی عوام کے دباؤ کے تحت وطنِ عزیز کو "اسلامی جمہوریہ پاکستان" اور اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دینے پر رضامند ہو گئے تھے۔ زیرِ بحث پندرہویں ترمیم کی بنیاد اور جواز بھی "آئین پاکستان" کی دفعات میں بایں الفاظ دیکھا گیا ہے:

> چوں کہ اللہ تعالیٰ کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اس نے پاکستان کی ریاست کو اس کے جمہور کے توسط سے ان کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے جو اختیار واقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق دیا ہے، وہ ایک مقدس امانت ہے، اور چوں کہ قرار دادِ مقاصد کو دستور کا اساسی حصہ بنادیا گیا ہے، اور چوں کہ اسلام پاکستان کا ریاستی مذہب ہے اور یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس قابل بنائے کہ وہ اپنی زندگی کو اسلام کے بنیادی اصولوں اور نظریات کے مطابق، جس طرح قرآن پاک اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں، اور چوں کہ اسلام سماجی نظام کے قیام کا حکم دیتا ہے جو اسلامی اقدار پر مبنی ہو، یہ تعین کرتے ہوئے کہ کیا صحیح ہے، اور اسے روکنا جو غلط ہے (امر بالمعروف و نہی عن المنکر)۔---

گزشتہ ایک ماہ میں مجوزہ ترمیم پر مختلف مکاتبِ فکر اور دینی و سیاسی جماعتوں نے اپنے ردِ عمل کا اظہار کیا ہے۔ حکمران جماعت اور سرکاری ذرائع ابلاغ جہاں مجوزہ ترمیم کے ایک ایک جزو کی مدافعت کر رہے ہیں، وہیں وطن عزیز کی بعض جماعتوں اور اہلِ دانش کے اپنے اپنے تحفظات ہیں۔ مجوزہ ترمیم کے ناقدین کو دو طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک طبقہ اُن دینی و سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں اور کارکنوں کا ہے جن کی زندگی کا مقصد انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسلام کا نفاذ ہے۔ اِس کے لیے وہ جہدوسعی کرتے رہے ہیں، کر رہے ہیں اور ان کے مخالفین بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ معاشرے کے نسبتاً بہتر لوگوں میں شامل ہیں۔ ان حضرات کو اس بات سے کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن و سنت کو وطنِ عزیز کا اعلیٰ ترین قانون قرار دیا جائے۔ اُن کے نزدیک حکمرانوں کا سابقہ طرزِ عمل اِس بات کی تائید نہیں کرتا کہ وہ نفاذِ قرآن و سنت کا فریضہ انجام دینے کے اہل ہیں۔ معاشی ناہمواریوں کے خاتمے، دولت کی منصفانہ تقسیم اور بااثر گروہوں سے غریبوں کی گردنیں چھڑانے کے لیے انھوں نے کوئی کارنامہ سرانجام دیا ہے، اور نہ اس کے لیے ان کے پاس کوئی پروگرام ہے۔ "شریعت ایکٹ (۱۹۹۱ء)" موجود ہے جس کے ابتدائیے میں دوسری باتوں کے ساتھ کہا گیا ہے کہ "عوام کو فوری اور مفت انصاف اسلام کے آزادانہ نظامِ انصاف کے ذریعے کسی امتیاز کے بغیر فراہم کیا جائے گا۔" کیا اس مقصد کے لیے کوئی اقدامات کیے گئے ہیں؟ جواب نفی میں ہے۔

حکمرانوں کی ساری پالیسیاں مغربی دُنیا کی نقالی اور سرمایہ دارانہ فکر و عمل کو عام کرنے کی خواہش کے گرد گھوم رہی ہیں۔ سرمایہ دارانہ فکر دولت کی حد سے بڑھی ہوئی ہوس کا دوسرا نام ہے۔ نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ غریب، غریب تر ہوتا جارہا ہے اور باوسائل کے اثاثے بڑھتے جارہے ہیں۔ گزشتہ برسوں میں "سرمایہ داری" کے جڑ پکڑنے کے جو متعدد مظاہر سامنے آئے ہیں، ان میں سے ایک تعلیم و تعلم میں "دولت" کا حد سے زیادہ عمل دخل ہے۔ آج بھاری جیبوں والے والدین کی نالائق اولاد بھی وطنِ عزیز کے اعلیٰ ترین تعلیمی اداروں میں اِس لیے نظر آتی ہے کہ اُن کے ہاں دولت کی ریل پیل ہے، مگر بہت سے ذہین طلبہ و طالبات اعلیٰ تعلیم سے اِس لیے محروم ہو رہے ہیں کہ ان کے والدین تعلیم خرید نہیں سکتے۔ اگر ماضی میں غریب گھرانوں کے اکادکا افراد آگے بڑھ جاتے تھے، تو اب اِس کی بھی گنجائش نہیں رہی۔

اگر حکمران جماعت واقعی "قرآن و سنت" کو وطنِ عزیز کا اعلیٰ ترین قانون بنانے میں مخلص ہے؟ تو اولاً یہ ترمیم اُس وقت کیوں نہ پیش کی گئی جب حکمران جماعت کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں یکساں طاقت حاصل تھی۔ آج جب اُسے سینیٹ میں دو تہائی اکثریت حاصل نہیں، تو اس بات کا کیا امکان ہے کہ یہ ترمیم اپنی موجودہ شکل میں منظور کرلی جائے گی۔ ثانیاً حکمران جماعت اِس مخمصے میں مبتلا ہے کہ قرآن و سنت کے بالاتر قانون قرار دیے جانے سے دُنیا کہیں اُسے "بنیاد پرست" نہ باور کر لے۔ باربار وضاحت کی جارہی ہے، اور غیر ملکی سفارت کاروں کو بتایا جارہا ہے کہ اس ترمیم کے نتیجے میں کسی کے ہاتھ کٹیں گے، اور نہ خواتین کو برقعے پہنائیں جائیں گے۔ فیڈرل شریعت کورٹ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے اختیارات میں اضافہ ہو گا اور نہ موجودہ معاشی نظام میں کوئی تبدیلی آئے گی۔ وزیر تجارت نے تو فتویٰ جاری کر دیا ہے کہ "مارک اپ" اسلام میں جائز ہے۔ دینی ذہن سوچتا ہے کہ قرآن و سنت کی وہ کیسی بالاتری ہو گی جس میں مجرموں کو سزا ملے گی، اور نہ دین کی معاشرتی اقدار کا خیال رکھا جائے گا۔

مذکورہ بالا پس منظر میں بعض دینی جماعتوں کو یقین نہیں کہ موجودہ حکمران اخلاص کے ساتھ ترمیم لائے ہیں، اور اس کے منظور ہو جانے پر زندگی میں کوئی قرار واقعی تبدیلی آئے گی، البتہ حکمرانوں کے اختیارات میں اضافہ ضرور ہو جائے گا۔ "مجوزہ ترمیم" میں لکھا گیا ہے:

> بل کے تحت دستور کی آرٹیکل ۲۳۹ میں ترمیم کی جائے گی اور آرٹیکل ۲۳۹ میں شق۔۳ کے بعد حسب ذیل نئی شقیں شامل کر دی جائیں گی، یعنی:
>
> (۳-الف) شق ۱ تا ۳ میں شامل کسی امر کے باوجود شریعت سے متعلقہ کسی امر کے نفاذ میں رکاوٹ دور کرنے اور اسلام کے امتناعی احکام کی تعمیل کے لیے قانون وضع کرنے کی غرض سے دستور میں ترمیم کرنے کا بل دونوں ایوانوں میں پیش کیا جائے گا، اگر وہ اس ایوان کے ارکان کی کثرت آراء سے منظور ہو جاتا ہے جس میں وہ پیش کیا گیا تھا تو وہ دوسرے ایوان میں منتقل کر دیا جائے گا، اور اگر بل بغیر کسی ترمیم کے دوسرے ایوان کے ارکان کی کثرتِ آراء سے بھی منظور ہو جاتا ہے تو اُسے منظوری کے لیے صدر کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔
>
> (۳-ب) اگر شق "۳-الف" کے تحت کسی ایوان کو منتقل کیا گیا بل مسترد ہو جائے یا وصولی کے ۹۰ دن کے اندر منظور نہ ہو یا ترمیم کے ساتھ منظور ہو تو اس پر مشترکہ اجلاس میں غور کیا جائے گا۔
>
> (۳-ج) اگر بل ترمیم کے ساتھ یا بغیر ترمیم کے مشترکہ اجلاس میں ارکان کی کثرتِ آراء سے منظور ہو جاتا ہے تو وہ منظوری کے لیے صدر کو پیش کیا جائے گا۔
>
> (۳-د) صدر شق "۳-الف" یا شق "۳-ج" کے تحت پیش کردہ بل کی، بل پیش کرنے کے ۷ دن کے اندر منظوری دے گا۔

مذکورہ بالا پیراگراف کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا درست ہے کہ اس کے ذریعے آئین میں ترمیم کا طریق کار اتنا آسان کر دیا گیا ہے کہ اس کی مثال ہماری تاریخ میں تو یقیناً نہیں، دوسروں کے ہاں بھی کم ہی ملتی ہے۔ "مجوزہ پندرہویں ترمیم" کی منظوری کے بعد حکمران جماعت، اور واضح تر لفظوں میں جناب وزیر اعظم کے لیے یہ اعلان کر دینا ہی کافی ہو گا کہ آئین میں ایک نئی ترمیم کی اس لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضرورت ہے کہ اُن کے جاری کردہ کسی حکم نامے کی راہ میں کچھ رکاوٹیں حائل ہیں۔ اِس کے بعد قومی اسمبلی اور سینیٹ میں الگ الگ دو تہائی اکثریت کی ضرورت ہوگی، اور نہ کسی ایوان کے تمام ارکان کی سادہ اکثریت درکار ہوگی۔ کسی ایوان میں موجود ارکان جو رائے شماری میں حصہ لیں گے، اُن کی سادہ اکثریت ہی کافی سمجھی جائے گی۔ اگر اِس کے باوجود کوئی ایوان ترمیم مسترد کردے تو دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں اِسے سادہ اکثریت سے منظور کیا جاسکتا ہے۔

''آئین'' کو اِس طرح بدلنے کا اختیار بھی اداروں کو مستحکم دیکھنے اور دینی سوچ رکھنے والوں کو پسند نہیں، اور اُن کی مخالفت میں ایک وزن ہے۔

دوسرا طبقہ جو ''مجوزہ ترمیم'' کی مخالفت کر رہا ہے، سیکولر۔لبرل دانشوروں اور بعض اقلیتی رہنماؤں پر مشتمل ہے۔ سیکولر۔لبرل دانش وروں کے نزدیک پاکستان میں قرآن و سنت کے نفاذ کی کوئی ضرورت نہیں، اِسے ایک سیکولر ریاست ہونا چاہیے۔ اُن میں سے ایک کے بقول ''قائداعظم ہندو۔ مسلم اتحاد کے سب سے بڑے داعی تھے۔ وہ پاکستان میں اسلام نافذ نہیں کرنا چاہتے تھے (روزنامہ ''نوائے وقت''، لاہور۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۹۸ء)۔ یہ دانش ور تحریک پاکستان کے دوران میں قائدین پاکستان کے وعدوں کو کوئی اہمیت دیتے ہیں، اور نہ بیانات کو جن میں اسلام اور دینی روایات کے حوالے سے مسلمانانِ برصغیر کی شناخت پر زور دیا گیا ہے۔ یہ دانش وریوں تو جمہوری اقدار کے بڑے داعی ہیں، مگر نفاذِ دین کے ضمن میں وہ وطن عزیز کے عوام کی رائے کو چنداں اہمیت دینے کو تیار نہیں۔ اقلیتی رہنماؤں میں زیادہ نمایاں ہمارے کچھ مسیحی دوست ہیں، اگرچہ قومی اسمبلی میں یا اسمبلی سے باہر سیاسی وابستگیوں کی بنیاد پر مسیحی دوستوں کے طرزِ اظہار میں فرق پایا جاتا ہے۔ تاہم قرآن و سنت کو بالاترین قانون تسلیم کرنے سے اُنھیں اتفاق نہیں۔ ۴ ستمبر کو قومی اسمبلی کے اقلیتی ارکان اسمبلی نے جناب وزیراعظم سے ملاقات کی جس کے بعد اُنھوں نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اُنھوں نے مجوزہ ترمیم کے بارے میں اپنے خدشات پیش کردیے ہیں۔ مسیحی اقلیتی رکن جناب پیٹر جان سہوترا حکمران جماعت سے وابستہ ہیں، اُن سے سوال کیا گیا کہ ''مجوزہ ترمیم کی مخالفت کرنے پر اُن کی رکنیت ختم ہوسکتی ہے'' تو اُنھوں نے جواب دیا کہ ''میں اپنی برادری کو نہیں چھوڑ سکتا، اپنی برادری کے لیے اسمبلی کی نشست چھوڑ دوں گا'' (نوائے وقت۔ ۵ ستمبر)۔ ایک دوسرے مسیحی رکن قومی اسمبلی جناب روفن جولیس نے گوجرانوالہ میں پریس کانفرنس کے دوران میں اِس ترمیم کو اقلیتوں کے لیے ''ڈیتھ وارنٹ'' قرار دیا، تاہم اُنھوں نے کہا کہ ''میں وزیراعظم میاں نواز شریف پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے لیے میری جان اور مال حاضر ہے، لیکن اقلیتی ارکان اسمبلی اپنی قوم اور اپنے ضمیر کے خلاف پندرھویں آئینی ترمیم کے حق میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ووٹ نہیں دیں گے، کیوں کہ یہ ہماری سیاسی خودکشی بھی ہے۔ اگر ہم نے بل پر دستخط کر دیے تو حکومت کے بجائے اقلیتی شہری ہمارے خلاف جلوس نکالیں گے (نوائے وقت۔ ۷ ستمبر)۔"

مسیحی ارکان اسمبلی جو لبرل ۔ سیکولر جماعتوں کے قریب ہیں، وہ اور اُن کی جماعتیں مجوزہ آئینی ترمیم کے خلاف تحریک چلانے کی دھمکی دیتی ہیں۔ "کرسچن لبریشن فرنٹ" نے ترمیم کے خلاف ملک کی اعلیٰ عدالتوں سے رجوع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اور "پاکستان کرسچن نیشنل پارٹی" کے مرکزی صدر نے اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹر اور اسمبلیوں کے سامنے بھرپور احتجاج کا عندیہ ظاہر کیا ہے۔

افسوس کہ مسیحی برادری کے سیاسی رہنماؤں نے وطن عزیز کے اپنے اکثریتی بھائیوں کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہونے کے بجائے وہ راستہ اختیار کیا ہے جو تاریخی، سیاسی، اخلاقی اور منطقی کسی اعتبار سے درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ انہیں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اُن کی ایجی ٹیشن سے کسی دوسرے کا مقصد تو حل نہیں ہو رہا!

"عالمِ اسلام اور عیسائیت" کا سالِ رواں

سالِ رواں میں "عالمِ اسلام اور عیسائیت" سہ ماہی مجلّے کی صورت میں پیش کیا جاتا رہا ہے۔ زیر نظر شمارہ اس سال کا آخری شمارہ ہے۔ ہمارے قارئین کا ایک طبقہ جو جامعات اور علمی اداروں سے وابستہ ہے، اسے سہ ماہی اشاعت پسند آئی ہے، اور مقالات میں اس نے دلچسپی لی ہے، تاہم قارئین کا دوسرا طبقہ جو بدلتے ہوئے حالات میں مسلم ۔ مسیحی راوابط اور عالمِ اسلام میں مسیحی سرگرمیوں کے حوالے سے باخبر رہنا چاہتا ہے، اس کی رائے ماہانہ اشاعت کے حق میں ہے۔ سہ ماہی اشاعت کی صورت میں بہت سے واقعات پر اس لیے نہیں لکھا جا سکتا، اور خبریں درج نہیں ہو سکتیں، کہ تین ماہ کا عرصہ گزرنے پر ان میں کوئی "خبریت" باقی نہیں رہتی۔

دونوں طبقوں کے نقطہ نظر میں وزن ہے، کسی ایک کو بھی کلیتہً مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اپنے وسائل، افرادی و مالی، کا جائزہ لے رہے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ علمی و تحقیقی ذوق رکھنے والوں کی دلچسپی بھی برقرار رہے اور بدلتے ہوئے سیاسی، سماجی حالات و واقعات سے باخبر رہنے کے خواہش مند بھی کوئی کمی محسوس نہ کریں۔ اس سلسلے میں قارئین

© rasailojaraid.com